جنت کے سودے

شاہ بلیغ الدین

حضور اکرمؐ تلاوت کلام اللہ میں مصروف تھے۔ صحابہ کرامؓ بھی ادھر ادھر بیٹھے عبادت اور ذکر الٰہی میں لگے تھے کہ حضرت مالک بن ثعلبہؓ آئے۔ مالکؓ مالدار آدمی تھے۔ بڑے آرام کی زندگی گزارتے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ مالکؓ حضور اکرمؐ کے قریب پہنچے تو کلام اللہ کی جو آیت ان کے کان میں پڑی، اس کا مطلب ہے: جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو سخت عذاب کی خبر سنا دو۔ مالکؓ نے یہ آیت سنی تو ان پر خوف طاری ہوا۔ وہ ایک طرف بیٹھ گئے، لیکن بیٹھا نہ گیا۔ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سنبھالے نہ سنبھلتے تھے۔ اسد الغابہ میں ہے، خوف نے اس قدر غلبہ پایا، کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے، کچھ طبیعت سنبھلی، دل و دماغ پر قابو پایا تو حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، کیا یہ آیت ان لوگوں کے لیے اتری ہے جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں؟ ارشاد ہوا، ہاں!

مالکؓ سمجھ دار آدمی تھے۔ دور اندیش تھے۔ روپے پیسے کی اہمیت کو سمجھتے تھے۔ دنیا اور دنیا کے تقاضوں پر نظر تھی لیکن ساتھ ہی خدا نے ایمان بھی دیا تھا۔ اللہ کے رسولؐ سے محبت بھی تھی اور قرآن کے کہے پر چلنے کی تڑپ بھی۔ مالکؓ ایک کش مکش میں مبتلا ہو گئے۔ کبھی نفس انگڑائیاں لیتا، کبھی ضمیر چٹکی بھرتا۔ سوچتے رہے، سوچتے رہے۔ محسوس ہوا، جیسے وہ اپنی دولت کے انبار میں دھنسے جا رہے ہوں۔ اپنی ذات پر سے اعتماد اٹھتا محسوس ہوا۔ ذہن نے کہا: افسوس! آدمی کس درجہ اپنی دولت پر بھروسا کرنے لگتا ہے کہ اپنے دست و بازو اور عقل کی قوت پر بھی بھروسا باقی نہیں رہتا۔ مالکؓ نے اپنے دل سے کہا: تف ہے ایسی بے بسی پر! اللہ پاک چاہتا کیا ہے؟ یہی نا کہ اس کی راہ میں خرچ کیا جائے اور میں نے درہم و دینار جوڑ رکھے ہیں۔ انھیں گنتا رہتا ہوں اور ان کی الٹ پھیر میں دیوانہ ہوں۔ افسوس مال کی محبت نے میرا دل بھی سخت کر دیا۔ آخر مالکؓ نے دل میں ٹھان لی کہ انھیں کیا کرنا ہے۔

گھر پہنچے، غریبوں، محتاجوں، مسکینوں کو بلایا اور صدقے کا سلسلہ شروع کیا۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی بات تھی۔ عذاب خداوندی سے ڈر لگتا تھا جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔ شام ہوتے ہوتے مالکؓ نے سب کچھ بانٹ دیا۔ ساری دولت خدا کی راہ میں دے دی۔ ابن اثیر لکھتے ہیں: حضور اکرمؐ کے پاس سے اٹھے تو انھوں نے اعلان کیا تھا کہ ––– شام ہونے تک مالکؓ کے پاس ایک دینار اور ایک درہم نہ ہو گا۔ مالکؓ نے اپنا کہا پورا کر دکھایا۔ خدا کے رسولؐ سے وعدہ جو تھا! اب کوئی انھیں دیکھتا۔ خوشی سے چہرہ چمک اٹھا تھا۔ معلوم ہوتا تھا، دونوں جہاں کی دولت ان ہی کو مل گئی ہے۔ مسند امام احمد میں ہے، حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ابن آدم میرا مال، میرا مال کہتا رہتا ہے۔ مال ہے کیا؟ جو وہ کھا کر ختم کر دے، پہن کر پھاڑ دے یا راہ خدا میں دے کر باقی رکھے۔ مسلم میں کچھ اور توضیح آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تینوں صورتوں کے بعد جو کچھ بچ رہے، وہ اس کا کہاں، وہ تو ابن آدم دوسروں کے لیے چھوڑ جاتا ہے۔ بخاری میں ہے، فرمایا اللہ کے نبیؐ نے، کہ تین چیزیں میت کے ساتھ جاتی ہیں: مال، اہل و عیال اور اعمال۔ دو چیزیں لوٹ آتی ہیں: مال اور اہل و عیال، صرف اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔ اعمال میں اللہ کا پسندیدہ عمل یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو بانٹ کر کھایا جائے۔

صحابہ کرامؓ ایک سے ایک بڑھ کر خدا ترس اور مسکینوں کا خیال رکھنے والے تھے۔ بخاری ہی میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی غریب کی شرکت کے بغیر کھانا نہ کھاتے۔ ایک بار انھیں مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی۔ حضرت صفیہؓ آپ کی شریک حیات تھیں۔ سنا شوہر کی خواہش ہے تو فوراً مچھلی منگوائی۔ مدتوں میں یہ دن دیکھنے کا موقع آتا تھا کہ ابن عمرؓ کھانے کی کسی چیز کے لیے خواہش کرتے۔ بیوی نے بڑی محنت سے مچھلی پکائی۔ کھانا نکلا۔ شوہر ساتھ آبیٹھے۔ عادت تھی کہ اکیلے نہ کھاتے۔ معمول تھا کہ کوئی چیز پسند آتی تو خدا کی راہ میں صدقہ دے دیتے۔ گرم گرم سالن سامنے تھا۔ خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں کہ ایک مسکین کی آواز آئی۔ ابن عمرؓ تو تھے ہی اسی انتظار میں۔ اٹھے، مچھلی لی، چاہتے تھے مسکین کے حوالے کر دیں کہ شریک حیات ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھیں، لیکن کیا کہتیں، کس بات سے روکتیں، کیسے شوہر کا ہاتھ پکڑ لیتیں کہ خدا کی راہ میں نہ دو! یہ بھی چاہتی تھیں کہ شوہر نے اتنی خواہش سے پکوایا ہے تو کچھ تو چکھیں۔ نیک بی بی تھیں، اٹھیں، ایک دینار نکالا، سائل کو دیا۔ مچھلی شوہر کی طرف بڑھائی۔ ابن عمرؓ نے دیکھا سائل خوش خوش گیا تو اللہ کا شکر ادا کیا اور مچھلی کھائی۔ ادھر حضرت صفیہؓ کو اپنی محنت کی داد مل گئی۔

ایک مرتبہ ابن عمرؓ بیمار پڑے۔ ان کے لیے انگور خریدے گئے۔ درہم میں پانچ انگور آئے تھے۔ ابن عمرؓ نے دیکھا، بہت خوش ہوئے۔ اتنے میں دیکھا سامنے سے ایک سائل چلا آ رہا ہے اور بھی خوش ہو گئے۔ وہ انگور اٹھا کر اس کے حوالے کر دیے۔ پسند کی چیز، اللہ کی راہ میں دے دینا بڑا کام ہے۔ صحابہ کرامؓ یہی کرتے

تھے۔ یہ نہیں کہ فرض پورا کرنے کے لیے بچا کھچا' جھوٹا کھوٹا دے دیا کرتے۔ چنانچہ بیمار ابن عمرؓ نے خواہش پر منگوائے ہوئے انگور سائل کو دینا چاہے تو لوگوں نے بہت روکا لیکن آپ نہ مانے۔ بعد میں اس سے سودا کیا گیا اور وہ انگور معاوضہ دے کر اس سے واپس لیے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو زکوٰۃ و خیرات کی آیتوں کو خوب سمجھتے تھے اور یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ حضور اکرمؐ زکوٰۃ' صدقات اور خیرات کے لیے کیسی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ خود بھوکے رہتے اور منہ کا لقمہ تک اٹھا کر دوسروں کو دے دیتے۔ صحابہ کرام تو تھے ہی اسوۂ حسنہؐ کے متوالے' ایک ایک سنت کی اتباع کرنے کی کوشش کرتے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ کا مطلب ہے: لوگو! جب تک خدا کی راہ میں ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو گے جو تم کو بہت پسند ہیں' نیکی کے درجے کو ہرگز نہ پہنچ سکو گے۔

ابن عمرؓ کے ایک خدمت گار تھے نافع۔ طبقات میں ان کا بیان کیا ہوا ایک واقعہ ہے۔ نافع کہتے ہیں' ایک بار بیس ہزار درہم ان کے پاس آئے۔ یہ میرے سامنے کی بات ہے' فوراً بیٹھ گئے۔ ایک ایک درہم تقسیم کر کے اٹھے۔ حضور اکرمؐ ڈھیروں رقمیں جو غنیمت اور خراج میں آتیں' مسجد نبویؐ کے صحن میں رکھوا دیتے اور اس وقت تک بے چین رہتے' جب تک ایک ایک درہم تقسیم نہ ہو جاتا۔ آپؐ کی پیروی' ابن عمرؓ اپنا ایمان سمجھتے تھے۔

نافع کہتے ہیں' جب بیس ہزار درہم تقسیم کر دیے تو اس وقت کچھ لوگ آئے۔ یہ بھی سائل تھے۔ اب ان کو کہاں سے دیتے۔ گھر میں بھی کچھ نہ تھا۔ اللہ اللہ کیا دل پایا تھا کہ سائلوں کو دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ نافع کہتے ہیں' جن لوگوں کو ہاتھ بھر بھر کر دیا تھا' انھی میں سے ایک دو سے کچھ رقم قرض لی اور ان سائلوں کے حوالے کی۔ نافع کہتے ہیں' میں نے دیکھا اب ان کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا تھا۔ ایسے ہی خدا ترس' بے ریا' نیک نفس بندوں کے بارے میں قرآن میں آیا کہ --- یہ اللہ کو قرض دینے والے صاحب ایمان ہیں۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (البقرہ ۲:۲۴۵) کوئی ہے جو یہ سمجھ کر کہ میں خدا کو قرض دے رہا ہوں' نیک کاموں میں اپنا مال خرچ کرے اور پھر خدا اس کے مال کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے۔

(زیر اشاعت کتاب' بزم الف لام میم کا ایک باب)